خطبہ جمعہ سلسلہ نمبر: 20

برائے 14/ستمبر 2018ء

پیغام شہادت حضرت امام حسینؓ

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔اما بعد۔فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم.
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ قال اللہ تعالیٰ فی القرآن المجید۔
{ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ}
(البقرۃ۲ 2:15) صدق اللہ العظیم

اسلامی مہینوں کے نئے سال 1440ھ یعنی نئے مہینے محرم الحرام کا اللہ کے فضل و کرم سے آغاز ہو گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ یہ سال پوری اُمت، عالم اسلام کے لیے اتحاد، وحدت، یکجہتی، عزت و سربلندی، ترقی و خوشحالی، امن وآزادی اور خیر وبرکت کا سال بنادے، آمین۔ ماہ محرم الحرام اسلامی سال کا آغاز ہے اس ماہ میں ایسا تاریخی اور انقلابی سانحہ پیش آیا کہ ہر سال یہ عظیم قربانیاں اہل ایمان کو کربلا کا درس یاد کراتی ہیں کہ اصل زندگی خدا کی راہ میں اپنا سب کچھ قربان کر دینا ہے، میدان کربلا میں امام حسینؓ اور خانوادۂ رسولؐ کی قربانی کا یہ ہی پیغام ہے۔

انسانی تاریخ اور معاشروں میں انسان ہی ہمیشہ کی زندگی پاتے ہیں، مہلت عمل کے اختتام پر اپنے رب کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔ اللہ کی کتاب قرآن یہ ہی آگہی دیتی ہے کہ زندہ رہنے اور ہمیشہ زندہ رہنے کے لیے زندگی گزارنے کا حق اُن کو ہی ملتا ہے جو حق پر قائم رہیں اور حق کی خاطر جان دینے کے لیے تیار رہیں۔ وہ قوم اور انسان جو موت سے ڈرے، ان کے لیے موت اور مٹ جانا ہی مقدر ہوتا ہے۔ لیکن جو گروہ، قوم اور فرد اللہ سے ڈرتا ہے، رسول اللہ ﷺ کے اسوہ کی پیروی کرتا ہے، غلبہ حق کے لیے سرگرداں رہتا ہے اور وقت پڑنے پر موت سے پنجہ آزمائی کے لیے تیار ہوتا ہے، اللہ کی طرف سے کامیابیاں بھی اُن کے لیے اور فتح و نصرت سے بھی وہی نوازے جاتے ہیں۔ انسان کے لیے عزت و سربلندی کی زندگییہ ہی ہے کہ اللہ کی راہ میں جان، مال اور وقت قربان کرنے کے لیے تیار رہے۔

برادران عزیز! خلافت راشدہ محض ایک سیاسی حکومت نہیں تھی بلکہ نبوت کی مکمل نیابت تھی، خلافت کا کام صرف یہ نہ تھا کہ حکومت کرے، ملک کا نظم و نسق چلائے، امن قائم کرے، سرحدوں کی حفاظت کرتی رہے بلکہ مسلمانوں کے اجتماعی نظام زندگی میں معلم، مربی اور مرشد کے وہ تمام فرائض انجام دیتی تھی جو رسول اللہ ﷺ اپنی حیات مبارکہ میں انجام دیا کرتے تھے۔ ان کی ذمہ داری تھی کہ دارالسلام میں دین حق کے پورے نظام کو اس کی اصل روح کے ساتھ چلائے، اور پوری دنیا میں اہل ایمان کی اجتماعی طاقت کو اللہ کا کلمہ بلند کرنے کی خدمت پر لگادے۔ یہ امر بالکل عیاں رہنا چاہیے کہ اسلام میں ایسی ریاست مطلوب ہے جو محض سیاسی و جمہوری حکومت ہی نہ ہو بلکہ خلافت راشدہ کی تمام خصوصیات کی پیروی اس کی ترجیح اول ہو۔

یہ پہلو غور طلب اور جاننے سے تعلق رکھتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی عظیم قیادت، رہنمائی اور پھر خلفائے راشدین کے عظیم دور و کردار کے بعد یہ نظام خیر شخصی خواہشات کے زیر کیسے چلا گیا۔ مسلمانوں کے ریاستی نظام کے اصول اور اسلوب حکمرانی کو کیسے تبدیل کیا گیا اور کس رویہ اور طریقہ نے اسے راستہ سے ہٹایا جس کی وجہ سے اسلامی تاریخ اور مسلمانوں پر خوفناک گہرے اثرات بد پیدا ہوئے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمر بن خطابؓ، حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت کے ادوار کے اختتامی مراحل میں ریشہ دوانیاں شروع ہوئیں اور المناک واقعات رونما ہوئے لیکن کئی اختلافی مراحل سے گزر کر خلافت، اختیارات، ریاست چلانے کا عبوری مرحلہ حضرت معاویہؓ کے ہاتھ میں آیا تو اسلامی بصیرت رکھنے والے جان گئے تھے کہ اب خلافت کے رہنما اصولوں کی بجائے شخصی بادشاہت اور اسلوب سے سابقہ درپیش ہے۔ تاریخ کے اوراق میں یہ امر نقش ہے کہ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص جب حضرت معاویہؓ کی بیعت ہو جانے کے بعد اُن سے ملے تو اسلام علیک ایھا الملک کہہ کر خطاب کیا تو حضرت معاویہؓ نے کہا کہ اگر آپ امیر المؤمنین کہتے تو کیا حرج تھا انہوں نے جواب دیا خدا کی قسم جس طرح آپ کو یہ حکومت ملی ہے اس طریقے سے اگر یہ مجھے مل رہی ہوتی تو میں اس کا لینا ہرگز پسند نہ کرتا۔ حضرت سعدؓ وہ عظیم مقام رکھتے تھے کہ زمانہ فتنہ میں اُن سے کہا گیا کہ خلافت آپ کا حق ہے، یہ حق لینے کے لیے کھڑے ہو جائیں تو ایک لاکھ تلواریں آپ کی حمایت کے لیے تیار ہیں۔ انہوں نے جواب دیا" ایک لاکھ تلواروں میں سے میں صرف ایک تلوار ایسی چاہتا ہوں جو کافر پر تو چلے مگر کسی مسلمان پر نہ چلے۔" (البدایہ، جلد۸، ص:۷۲) حالات نے حضرت معاویہؓ کو خود ہی سمجھا دیا تھا اور انہوں نے خود ایک مرتبہ کہا کہ

"انا اول الملک "میں مسلمانوں میں پہلا بادشاہ ہوں۔ رسول اللہ ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے کہ میرے بعد خلافت 30 سال رہے گی پھر بادشاہی ہو گی۔ خلافت علیٰ منہج النبوۃ کے بحال ہونے کی اس مرحلہ پر یہ صورت باقی رہ گئی تھی کہ حضرت معاویہؓ اپنے بعد اس منصب پر کسی شخص کے تقرر کی بجائے معاملہ مسلمانوں کے باہم مشورہ پر چھوڑ دیتے، اگر وہ اپنی زندگی میں ہی جانشینی طے کرنا چاہتے تھے تو بھی صاحبان رائے اور اہل علم کو جمع کرکے انہیں آزادی کے ساتھ یہ فیصلہ کرنے دیتے کہ ولی عہد کے لیے اُمت میں موزوں ترین کون فرد ہے لیکن انہوں نے اپنے بیٹے یزید کو ولی عہدی کے لیے بیعت لے کر بحالی خلافت کے اس امکان کا بھی خاتمہ کر دیا۔ اس طرح خلافت راشدہ کے نظام کا آخری اور قطعی طور پر خاتمہ ہو گیا۔ حضرت معاویہؓ کا دین سے اخلاص اور جہد مسلسل میں مقام بہت بلند، شرف صحابیت میں بھی واجب الاحترام، ان کا یہ کردار اسلامی تاریخ پر نقش ہے کہ دنیائے اسلام کو ایک جھنڈے تلے جمع کیا اور دنیا میں اسلام کے غلبہ کا دائرہ بہت وسیع کر دیا۔ اُن کی عظیم شخصیت پر جو لعن طعن کرتا ہے وہ زیادتی کرتا ہے، علم سے بے بہرہ ہونے کا ثبوت دیتا ہے۔ لیکن ایسا عمل جو حق و انصاف ،اُمت کے لیے خیر کا باعث نہ بنا، اسے بھی تو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں درست قرار نہیں دیا جاسکتا۔ دراصل یہی وہ نقطہ انحراف تھا جو نظام خلافت کی جگہ نظام ملوکیت کی داغ بال ڈالنے کا سبب بنا۔

میدان کربلا میں دین حق کی حفاظت ، خلافت کے احیاء اور اہل ایمان پر بادشاہت ملوکیت کی بجائے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں قیادت اور نظام کے قیام کے لیے نواسہ رسولؐ اور خانوادۂ رسولؐ نے قربانی دی۔ حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: "اے اللہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان دونوں سے محبت فرما اور جس نے ان دونوں سے محبت کی اس نے حقیقت میں مجھ سے محبت کی۔ "حضرت ابو ہریرہؓ نے بھی روایت کرتے ہوئے آپؐ سے یہ الفاظ منقول کیے: "اے اللہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما، جو ان سے بغض رکھے تو ان سے بغض رکھ۔" (کمای المنتخب 106 / 5)

اس خانوادہ کے عظیم رکن حضرت امام حسینؓ کا حق اور فرض بنتا تھا کہ جب اسلام کی فکر، سیاست، خلافت، سماجی واخلاقی قدریں اور دینی اقدار پامال ہو رہی تھیں سارے نظام بابرکت کا رخ موڑا جا رہا تھا تو یزید کی بیعت کرنے کی بجائے حق کے علم کو بلند کیا جاتا تاکہ اسلام کی فکر، سیاسی، سماجی اور دینی حیثیت کو غلط راستے سے بچا کر حق کی راہ پر

قائم رکھا جاتا۔ اسی جرم کی پاداش میں یزید نے نشہ اقتدار میں سب ہوش کھو کر امام عالی مقام اور خاندان پیغمبر زماں، خانوادۂ رحمۃ اللعالمین کو شہید کیا، صرف اپنی ذات کی بالادستی اور ناحق اقتدار کے لیے۔ امام عالی مقام کی شہادت ایک ایسا المناک اور دردانگیز واقع تھا کہ اُمت صدیوں سے آنسو بہانے کے باوجود اُن کی شہادت پر آج بھی افسردہ اور غم ناک ہے۔ سینکڑوں برس گزر جانے کے باوجود یہ زخم، غم اور واقعہ تازہ ہے۔

حضرت امام حسینؓ سید اولالین ولآخرین ﷺ کی دینی، روحانی اور خونی وراثت کے امین تھے۔ وہ خاتون جنت حضرت فاطمہؓ اور خلیفہ راشد حضرت علیؓ کے فرزند ارجمند اور اُمت مسلمہ کے روحانی امام اور پیشوا تھے۔ حسب و نسب، اعمال، افعال، کردار، علم و فضل اور زہد و ورع میں اُمت مسلمہ کے لیے مینارۂ نور اور منبع رشد و خیر تھے۔ لیکن بد قسمتی سے اُمت مسلمہ کا ایک خاص طبقہ امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظیم ترین قربانی اور شہادت کو ایک دوسرے رنگ اور زاویے سے دیکھتا ہے۔ جب کہ جذبۂ اسلام سے سرشار ہر مجاہد بلکہ دنیا بھر کی تمام حریت پسند ہستیاں انہی سے مردانگی اور بہادری کا درس لیتی ہیں۔ اور وہ سب لوگ جانتے ہیں کہ کسی بھی حالت میں ظلم و ستم، جبر و تشدد اور بربریت ایسے دلیل ریاستی ہتھکنڈے تسلیم کرنے کی بجائے کٹنا، مرنا اور راہ حق سے منحرف نہ ہونا ہی حیات جاودانی ہے۔

اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

{ وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ} (البقرة2:154)

’اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں، انہیں مردہ نہ کہو، ایسے لوگ تو حقیقت میں زندہ ہیں، مگر تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں۔“

برادران اسلام! ذرا دس محرم کی ان قیامت خیز گھڑیوں کا تصور تو کیجیۓ کہ دوش رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سوار فرات کے ساحل پر پیاس سے بیتاب ہیں، لب خشک ہیں، حلق سوکھ رہا ہے، عزیزوں اور بچوں کی بے بسی اور مظلومانہ شہادت سے دل زخمی ہے، کسی طرح دشمنوں کے نرغے سے بچ کر فرات کے کنارے چلّو سے پانی چاہتے ہیں کہ حصین ابن نمیر تان کر نیزہ مارتا ہے اور نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک منھ سے سرخ

تازہ خون کا فوارہ پھوٹ نکلتا ہے، نوجوانان جنت کے سردار یہ خون چلو میں لے کر آسمان کی طرف اچھالتے ہیں اور کہتے ہیں:

"اے بے نیاز! تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کے ساتھ یہ سنگ دل جو سلوک کر رہے ہیں اس کی فریاد تجھی سے کرتا ہوں۔" اور پھر آسمان کی آنکھوں نے یہ دلدوز منظر بھی دیکھا کہ نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن میں تیر چھدا ہوا ہے، آپؓ ہاتھ سے کھینچ کر نکالتے ہیں کہ زریحہ گردن مبارک پر تلوار سے وار کرتا ہے، اور مظلوم کربلا زخموں کی تاب نہ لا کر گر پڑتے ہیں۔۔۔ اسی دوران سنان بن ابن انس کا ایسا نیزہ لگتا ہے کہ آپؑ ہمیشہ کیلئے امت کو اپنے غم میں روتا چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں۔۔۔ اور یہی سنان شقی نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک جسم اطہر سے جدا کر کے ابن زیاد کے پاس کوفہ بھیج دیتا ہے۔

اور پھر اس منظر پر کس کا کلیجہ پھٹ نہ پڑے گا کہ ابن زیاد کے سامنے، فاطمہؓ کے لخت جگر کا سرِ مبارک رکھا ہوا ہے، اور وہ گستاخ اپنی چھڑی سے، آپؑ کے مبارک دانتوں اور ہونٹوں کو چھیڑ رہا ہے۔۔۔ ایک بوڑھے صحابی زید بن ارقمؓ سے یہ منظر دیکھا نہ گیا۔ غصے سے بے تاب ہو کر بولے:

"چھڑی ہٹالو، خدائے واحد کیقسم! میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لبوں کو ان لبوں کا بوسہ لیتے ہوئے دیکھا ہے"۔۔۔ یہ کہا اور بے اختیار دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔

اور پھر اس کا منظر کا تصور کیجیئے کہ شہداء کربلا کی لاشیں غرض یہ کہ باشندے دفن کر رہے ہیں، ان ہی میں ایک لاشۂ بے سر بھی ہے۔ یہ امام مظلوم کا لاشہ ہے، یہ بے سر کے دفن کیا جا رہا ہے۔

زمیں سہمی پڑی تھی، آسماں ساکت تھا بے چارہ

بیشک محرم ہر سال ان غموں کییاد دلاتا ہے، اور آپ کی گریہ وزاری، نالہ و ماتم ایک فطری حقیقت ہے، لیکن سوال صرف یہ ہے کہ یہ نالہ و ماتم اور یہ آہ وبکاہ کس لئے۔۔۔ کیا حسینؓ نے جان عزیز کی قربانی دے کر اور اپنے نونہالوں کی گردنیں کٹا کر امت کو یہ سبق دینا چاہا تھا کہ وہ چند دن سوگ منا کر بیت رسول کے ساتھ عقیدت و محبت کا اظہار کیا کرے، یا آپؑ نے فرات کے کنارے میدان کربلا میں، قربانی، شہادت، جہاد اور باطل سے پنجہ آزمائی کی تاریخ اس لیے تیار کی کہ نوجوانان اسلام اپنے سردار کے نقش قدم پر چل کر حق کیلئے ہمیشہ سینہ

سپر رہیں اور جیتے جی کبھی بھی باطل کو اپنے ناپاک قدم جمانے کا ہرگز موقع نہ دیں، کربلا کے مصائب کا خیر مقدم کریں لیکن باطل کے آگے ہرگز گردن نہ جھکائیں۔

کوفہ جاتے ہوئے راستے میں "بیضہ" کے مقام پر شہید کربلاؑ نے جو خطبہ دیا اسے بار بار پڑھئیے اور غور کیجئے کہ نوجوانان جنت کے سردار کی شہادت، قربانیاں، میدان کربلا کا جہاد آپ سے کیا مطالبہ کر رہا ہے۔

لوگو! رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو شخص کسی ایسے بادشاہ کو دیکھتا ہے جو ظالم و جابر ہے، خدا کی حرام کردہ چیزوں کو حلال کر رہا ہے، خدا سے کیئے ہوئے عہد کو توڑ رہا ہے، رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو تہس نہس کر رہا ہے، خدا کے بندوں پر بناہ اور زیادتی کے ساتھ حکومت کر رہا ہے، اور پھر بھی اس شخص کو غیرت نہ آئے نہ زبان سے وہ اس ظالم کے خلاف آواز اٹھاتا ہے نہ عملی طور پر ظالم کے خلاف کوئی قدم اٹھاتا ہے، تو خدا کو یہ حق ہے کہ وہ اس ظالم بادشاہ کی جگہ اس شخص کو دوزخ کی آگ میں جھونک دے۔"

"لوگو! خبردار ہو جائو۔ یہ لوگ شیطان کی اطاعت قبول کر چکے ہیں اور رحمٰن کی اطاعت سے آزاد ہو گئے ہیں، ان لوگوں نے خدا کی زمین کو فساد سے بھر دیا ہے، حدود الٰہی کو پامال کر دیا ہے۔ مال غنیمت میں سے اپنے لیے زیادہ وصول کرنے لگے ہیں، خدا کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال کر لیا ہے اور حلال چیزوں کو حرام کر دیا ہے۔ اسی لیے میں حق بجانب ہوں کہ مجھے غیرت آئے۔۔۔ اور میں ان کی سرکشی اور بغاوت کو حق وعدل سے بدلنے کی کوشش کروں۔ وقت آگیا ہے کہ مومن حق کی راہ میں جان قربان کرنے کیلئے تیار ہو جائے۔ میں شہادت کی موت چاہتا ہوں۔ ظالموں کے ساتھ زندہ رہنا خود بہت بڑا جرم ہے۔ میری ذات تم لوگوں کیلئے نمونہ ہے"۔

تقریر کرنے والا خاموش ہو گیا۔ اس کی آرزو پوری ہو گئی اور اب قیامت ہی میں آپ اس کی آواز سن سکیں گے، لیکن اس کی آواز کی گونج اب بھی آپ کو جنجھوڑتی ہے، آج بھی دنیا خدا خدا کی اطاعت سے آزاد ہے، آج بھی حدود اللہ پامال ہیں۔۔۔ آج بھی دنیا میں حلال حرام ہے اور حرام حلال ہے، اور دنیا میں ہر طرف فساد پھیل گیا ہے۔۔۔

یہ گونج ملت کے نوجوانوں کو آج بھی غیرت دلارہی ہے،اور انہی مرحلوں سے گزرنے کی دعوت دے رہی ہے، جن مرحلوں سے شہید کربلاؑ گزرے تھے۔

داستان کربلا پر اظہار غم ایک فطری تقاضہ ہے،لیکنیہ اظہار عقیدت و محبت اگر محض ذاتی اور شخصی نوعیت کا ہے تو نہ خدا کی نگاہ میں اس کی کوئی قدروقیمت ہے اور نہ خود شہید کربلاؑ کی نظر میں اس کی کوئی حیثیت ۔نواسہ ٔرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں قدر و قیمتکی چیز حق تھا، جس کیلئے انھوں نے اپنی جان عزیز قربان کردی۔اگر اپنی ذات نواسہ ٔرسول صلی اللہ علیہ وسلم کو عزیز ہوتی تو وہ اسے قربان ہی کیوں کرتے۔کربلا کی تاریخ آپ سے یہ مطالبہ کرتی ہے کہ آپ حق کیلئے اپنا سب کچھ قربان کردیں، جس طرح حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہ صرف اپنی عزیز جان اس راہ میں قربان کی بلکہ اپنے کنبے کے معصوم بچوں کو تک خوشی خوشی کٹوادیا۔

شہید کربلا کی مظلومیت اور بے بسی آپ سے وہی عملی جواب چاہتی ہے،جو ان کے ہمراہ جانے والنے جانثاروں نے دیا تھا۔

محرم کی نو تاریخ تھی حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو جمع کیا اور تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

"میں خدا کا بہترین ثناخواں ہوں اور راحت و رنج ہر حال میں اس کا شکر گزار ہو۔

پروردگار! میں تیری حمد کرتا ہوں کہ تونے ہمیں نبوت کی عزت بخشی اور ہمیں حق سننے والے کان، حق دیکھنے والی آنکھیں اور حق شناس دل دیا، ہمیں قرآن کا علم دیا اور فہم دین سے نوازا۔۔۔الٰہی تو ہمیں اپنے شکر گزار بندوں میں شامل فرما! مجھے کسی کے ساتھی اپنے ساتھیوں سے زیادہ وفادار اور اچھے اور اپنے گھرانے سے زیادہ نیک صلہ ٔرحمی کرنے والا کوئی دوسرا گھرانہ نہیں معلوم ہوتا۔اللہ تعالیٰ تم سب کو میری جانب سے بہترین جزا عطا فرمائے۔۔۔

میں ان بدترین دشمنوں کے ارادے بھانپ کر آج کے دن کو کل ہی کا دن سمجھ رہا ہوں۔۔۔۔میں آپ لوگوں کو خوشی خوشی اجازت دے رہا ہوں، میری طرف سے کوئی ملامت نہ ہوگی۔رات چھاچکی ہے، ایک ایک اونٹ لے لو، اور اپنی اپنی بستیوں کو لوٹ جائو، خدا تم سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔۔۔۔یہ میں اس لیئے کہہ رہا ہوں کہ لوگ مجھ ہی کو تلاش کریں گے، میرے بعد انہیں کسی کی تلاش نہ ہوگی"۔

نوجوانانِ جنت کے سردار کی یہ مظلومانہ تقریر سن کر جاں نثاروں نے جو جوابی تقریریں کیں وہ اس لائق ہیں کہ انھیں بار بار پڑھا جائے، انھیں اپنے لیئے مشعل راہ بنایا جائے اور ان کی روشنی میں اپنے لیے لائحہ عمل تیار کر کے، حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سچی عقیدت کا ثبوت دیا جائے۔

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقریر سُن کر بنو عقیل کے جواں مردوں نے کہا۔ اے ہمارے سردار! ہم صرف اس لیے لوٹ جائیں کہ آپ کے بعد زندہ رہیں؟ خدا ہمیں یہ دن نہ دکھائے، ہم لوگوں کو کیا جواب دیں گے، کیا یہ کہیں گے کہ اپنے سردار، اپنے آقا اور اپنے چچا کے لختِ جگر کو ہم چھوڑ آئیں، ان کی طرف سے ہم نے ایک تیر بھی نہ چلایا، ایک نیزہ بھی نہ مارا، تلوار کا ایک وار بھی نہ کیا، اب معلوم نہیں کہ ان کا کیا حشر ہو۔

خدا کی قسم ہم سے ہرگز ایسا نہ ہو سکے۔ ہم اپنی جان، اپنا مال اور اپنے اہل و عیال سب کچھ آپ پر قربان کر دیں گے، آپ کے ساتھ آپ کی حمایت میں لڑیں گے، جو انجام آپ کا ہو گا وہی ہمارا بھی ہو گا۔۔۔۔ آپ کے بعد جینا بے کار ہے۔

محرم کے یہ قیامت خیز شب و روز آپ سے انہی جذبات و عزائم اور اسی فداکاری اور جاں نثاری کا مطالبہ کرتے ہیں، اور یہ حقیقت ہے کہ فِداکاری اور جاں نثاری کے جذبات و عزائم کا بدل آپ محض نالہ و فغاں، اور اظہار غم کے کچھ اعمال سے فراہم نہیں کر سکتے۔ اور یہ بھی حقیقت ہے، کہ یہ جذبات و عزائم اور یہ جاں نثاری و فداکاری بھی اسی وقت نتیجہ خیز ہو سکتی ہے۔ جب کسی امام و رہنما کی قیادت میں ہو اور کسی نظم اور منصوبے کے تحت ہو۔

عزیزانِ گرامی! آج دجلہ اور فرات کے پڑوس میں پھر باطل نے عالم اسلام کو للکارا ہے اور نواسہ رسول حضرت حسینؓ سے پیار کرنے والوں کے لیے پھر ایک موقع فراہم ہوا ہے کہ وہ حق کی طرف اپنی جانیں لڑا دیں اور یہ ثابت کر دیں کہ حسینؓ سے عقیدت رکھنے والے حسینؓ کی یاد میں صرف آنسو بہانا ہی نہیں جانتے، بلکہ حق اور آزادی کی خاطر ان کے اسوہ پر چلنے اور گردنیں کٹانے کا حوصلہ بھی رکھتے ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ جو قوم جان دینے کے لیے تیار ہوتی ہے باعزت زندگی کا حق اس سے کوئی نہیں چھین سکتا۔ خدا گواہ ہے کہ راہ حق میں مارے جانے والے کبھی نہیں مرتے بلکہ انہی لوگوں کو اصل زندگی حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں شہادت امام حسین سے صحیح سبق اور جذبہ حاصل کرنے کی توفیق دے اور ہمارے دلوں میں اسلام کے لئے جینے اور مرنے کی تڑپ پیدا کرے۔ آمین۔ وآخر الدعوان عن الحمد للہ رب العالمین.